مثالی استاذ کے اوصاف

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن
مہتمم جامعہ عثمانیہ، پشاور

ماہرین تعلیم کا کہنا ہے کہ اچھے تعلیمی ادارے کا قیام تکونی شکل پر موقوف ہے۔ جب تک یہ چیزیں کسی ادارے کو میسر نہ ہوں تو اس کو معیاری ادارہ کہنا مشکل ہے اور نہ اس کے بغیر ادارہ اپنا وجود منوا سکتا ہے۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں: (1)......بامقصد نصاب تعلیم (2)...... تعلیمی ماحول (3)......بہتر استاد کا ہونا ہے۔ پھر بھی اول الذکر دونوں چیزوں کی موجودگی میں کامیابی سے ہمکنار ہونا مشکل ہے۔ اچھا نصاب ہی کیوں نہ ہو، مصنوعی طور پر ماحول بھی بن جائے لیکن جب تک اچھا استاد میسر نہ ہو تو یہ دونوں چیزیں افادیت کھو بیٹھتی ہیں۔ ہاں اگر اچھا استاد ہو تو وہ درخت کے نیچے بیٹھ کر بھی تعلیمی ماحول بنا سکتا ہے اور مقررہ نصاب کا جوڑ معاشرے سے پیدا کر کے بچوں کو معاشرتی ضرورت کے مطابق تیار کر سکتا ہے۔ چنانچہ برطانیہ کے نظام تعلیم کے مطالعہ کے دوران ہمیں بتایا گیا کہ بعض اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو حکومت کے مقررہ کردہ نصاب کی کتابیں ایک طرف رکھ کر طلبہ و طالبات کو مختصر وقت میں اتنا کچھ پڑھا دیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے بچوں کو مقررہ نصاب کی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

اچھا استاد کون ہوتا ہے؟......ممکن ہے کسی دوسرے میدان میں اچھائی اور بہتری میں تفاوت ہو، کوئی معیشت کی نظر سے دیکھے، کسی کو وفاداری میں بہتری محسوس ہو اور کسی کو چاپلوسی میں اچھائی نظر آئے لیکن تعلیمی ماحول کے حوالہ سے بہتری کا معیار طلبہ و طالبات کے مفادات کے تحفظ کے اردگرد گھومتا ہے۔ اچھا استاد وہ ہے جس سے بچے اور بچیاں زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے کہ کرہ ارض پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کے کوئی اچھا استاد نہیں آیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا''۔ اس لیے بحیثیت مسلمان بطور آئیڈیل اچھا استاد ہمارے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعلیمی ماہرین کے نزدیک ایک اچھے استاد میں چند خوبیوں کا نمایاں ہونا ضروری ہے۔ ان خوبیوں سے لیس ہو کر وہ

معاشرے میں بہتر کردار ادا کرسکتا ہے۔

متعلقہ فن پر عبور:...... یہ استاد کی بنیادی خوبی ہے کہ جو کچھ پڑھائے اس کے بارے اسے گہرائی تک آگاہی ہو، سرسری معلومات سے استاد طلبہ کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کے علاوہ بھی موضوع کے بارے میں استاد کی آگاہی ضروری ہے۔ تب جا کے ایک موضوع پر سیر حاصل بحث کر کے موضوع کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ موضوع کے بارے میں آگاہی حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے کے نوٹس پر اکتفا کرنا، یا آئے دن بازاروں میں ترجمے، خلاصے اور گائیڈ حاصل کر کے طلبہ کو وہی پڑھانے سے موضوع کا حق ادا کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ایسے مواد غیر معیاری ہوتے ہیں۔ ہاں کسی کے تجربے سے فائدہ اٹھانا کوئی بری بات نہیں۔ لیکن یہ ایک غیر سنجیدہ حرکت ہے کہ کوئی استاد کسی دوسرے استاد کی کاپی یا تقریر کا فوٹو اسٹیٹ سامنے رکھ کر بچوں کا اس کا ملا کرائے۔ استاد کی شخصیت اس سے بنے گی کہ اس کے سبق کا انداز طلبہ کی استعداد اور ظرف کو دیکھ کر نرالا ہو۔ استاد کے انداز بیان سے، انفرادیت کے انتزاع سے اس کی علمی شخصیت میں اضافہ ہوگا۔ بعض اوقات استاد کوئی غیر معیاری بات کلاس میں کہہ دیتا ہے جو شاید بچوں کی دسترس میں نہ ہو، بچے اس وقت اس کا مواخذہ نہ کرسکیں لیکن اگر غلط بات بچے کاپی میں لکھ دیں تو کل جس کے پاس یہ کاپی جائے گی استاد کی کمزوری اس پر عیاں ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت یہ راز فاش نہ ہو لیکن کل یہ بچے بڑے ہو کر کسی غلط لفظ کو لاشعوری طور پر دہرائیں اور کوئی ان کا مواخذہ کرے یا خود پڑھانے کے دوران ان کو غلطی کا احساس ہو جائے تو اس وقت استاد کی کمزوری طالب یا طالبہ پر عیاں ہونے کی وجہ سے وہ عظمت باقی نہ رہے گی جو شاگرد کے ذہن میں استاد کے بارے میں ہونی چاہیے۔

آپ یوں سمجھیں کہ آپ کے تلامذہ اور شاگرد آپ کے ترجمان اور آئینہ ہیں۔ آپ کو موضوع کے بارے میں جو معلومات ہیں اور آپ طلبہ کو جو بتاتے ہیں بچے یہ معلومات ایک دوسرے کو منتقل کرتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے آپ جب کلاس میں موضوع کے بارے میں کوئی غیر معیاری بات کہہ دیں تو آپ کی کلاس کے بچے جدید ذرائع معلومات کی وجہ سے بہت چالاک ہیں، ممکن ہے ٹی وی، انٹرنیٹ کی وجہ سے بچے کے پاس معیاری معلومات ہوں، اس وقت شاگردوں کے ذہن میں استاد کی اہمیت گر جاتی ہے۔ بلکہ آپ ایک لفظ کے غلط تلفظ یا معنی بتلانے سے اپنی حیثیت کھو بیٹھتے ہیں۔ اسی لیے کلاس میں جانے سے پہلے خوب تیاری کریں۔ اس کے لیے آپ اسکول کے وقت کے علاوہ کوئی وقت نکالیں جس میں آپ کل پڑھائے جانے والے سبق کا مطالعہ کریں۔ اسکول ٹیچرز میں یہ عادت کم ہے۔ البتہ دینی مدارس اساتذہ کے ہاں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں بلکہ بعض اساتذہ ایسے ہوتے ہیں جو چھوٹی سی چھوٹی کتاب بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھاتے۔ پیشگی مطالعہ کی عادت بننے سے آپ کے پاس معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ جمع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ آپ ایک سال اگر کسی سبق کے بارے میں کسی نکتہ سے آگاہی حاصل کریں تو یہ اپنی ذاتی کتاب کے حاشیہ میں نوٹ کر کے محفوظ

کر لیں۔ آئندہ سال اس پر طائرانہ نظر ڈالیں لیکن صرف اس پر اکتفا نہ کریں بلکہ مزید تلاش میں رہیں۔ رفتہ رفتہ یوں تلاش کے جذبہ سے آپ کو اس کتاب کے بارے میں یا اس کے موضوع کے بارے میں زیادہ مواد میسر ہوگا، لیکن زیادہ معلومات میسر ہونے پر آپ کا بحیثیت استاد ایک دوسرا امتحان شروع ہو جاتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ طلبہ کو معلومات کی ڈکشنری مہیا کریں۔ آپ زیادہ معلومات کی وجہ سے طلبہ پر نا قابل تحمل بوجھ نہ ڈالیں۔ آپ ان معلومات میں سے طلبہ و طالبات کے ظرف، ذہن اور استعداد و صلاحیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انتخاب کریں۔ یوں آپ کا لیکچر اور پڑھائی موضوع کے بارے میں آپ کی معلومات کا خلاصہ ہوگا۔ یہ خلاصہ جتنا معیاری ہوگا اس سے آپ کی شخصیت ابھرے گی۔ آپ کے خلاصہ سبق میں معلومات کے انتخاب کے ساتھ ساتھ الفاظ کا چناؤ اور جملوں کا انتخاب بھی ضروری ہے تاکہ آپ سبق آسان اور سلیس الفاظ میں پیش کر سکیں۔ آپ کا سبق جتنا جاذب ہوگا اتنا شاگردوں کو اخذ کرنے میں آسانی رہے گی۔

معلومات کو منتقل کرنے کی صلاحیت:...... یہ استاد کی دوسری اہم خوبی ہے کہ اس کے ذہن میں جو کچھ ہے وہ بچوں کو کیسے منتقل ہو۔ بعض اساتذہ ذاتی طور پر ذہین ہوتے ہیں، ان کے پاس سبق کے بارے میں بہت سی معلومات ہوتی ہیں لیکن استاد کے سینہ سے علم شاگردوں کی طرف کیسے منتقل ہوگا، اس کے لیے استاد میں مزید صلاحیت کی ضرورت ہے۔ بعض لوگوں میں خداداد صلاحیتیں ہوتی ہیں کہ وہ ان کی زبان کھلتے ہی تلامذہ اور شاگردوں کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ فطری طور پر استاد ہوتے ہیں اور فطری صلاحیتوں کی وجہ سے رب کائنات کی صفتِ علم کا مظہر اور عوام و خواص کے لیے مرجع ہوتے ہیں اور بعض لوگ خود اپنے تجربے یا دوسروں کے تجربات سے استفادہ کر کے انتقال علم کی خصوصیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

آپ یہ نہ بھولیں کہ آپ کے انداز بیان، الفاظ کے چناؤ اور جملوں کے انتخاب پر انتقال علم موقوف ہے، بلکہ آپ کی وضع قطع کا بھی اس پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ بعض استاد یا استانی معصوم بچوں پر رعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ بچے مرعوب رہیں۔ یاد رکھیں، اس میں اگر آپ کا ذخیرہ معلومات بچوں کی طرف منتقل ہو تو وہ ادھورا ہوگا۔ کلاس میں داخل ہوتے ہی آپ کی شخصیت جاذب ہونی چاہیے، آپ کی وضع قطع، نشست و برخاست اور گفتگو میں بچوں کو مانوس بنانے کی کیفیت پائی جاتی ہو، کلاس میں داخل ہوتے ہی بچے اور بچیاں آپ کی موجودگی کو نعمت خداوندی متصور کریں، نہ کہ عذاب الٰہی کا نزول سمجھیں۔ ایسا ہی کلاس سے نکلتے وقت آپ بچوں کا دل ساتھ لے کر نکلیں کہ بچے آپ کے کلاس سے نکلنے پر ایک قسم کا بوجھ محسوس کریں اور یہ کہیں، کاش! یہ استاد یا استانی مزید کچھ وقت دے، یہ نہ سمجھیں کہ شکر ہے جان چھوٹ گئی۔

تعلیمی ماہرین کا کہنا ہے کہ آپ بچوں کو مانوس بنانے کے لیے سبق کے بارے میں کوئی اسٹوری، قصہ یا دلچسپی کا مواد پیش کریں۔ آپ بچوں سے یوں پیش آئیں جیسا کہ یہ آپ کے بچے ہیں۔ اس لیے بچوں کو مارنا، پیٹنا، ذہنی ٹارچر

دینا یا بچوں کی شخصیت کو گرانا، تعلیمی اصولوں کے منافی ہے۔ اخلاق، قانون اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ استاد بچوں کو تعذیب دے۔ تادیب الگ چیز ہے جس کی اجازت شریعت میں پائی جاتی ہے۔ برطانیہ کے تعلیمی ماحول میں ''آوٹ ڈور روم'' اس کی مثال ہے کہ جہاں کہیں بچے یا بچی کلاس میں تعلیمی ماحول پر اثر انداز ہوں اور دوسرے بچوں کا وقت ضائع کرنے کا ذریعہ ہوں تو اس بچے کو کلاس سے باہر نکال کر پرنسپل کے دفتر میں بھیجیں جو اس کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کی کوشش کرے جو ایک الگ موضوع ہے، لیکن یہ استاد کے فرائض منصبی کے مخالف ہے کہ وہ ڈنڈا لے کے بچوں کو مارے یا کسی جسمانی سزا کو ذریعہ اصلاح بنائے۔ آپ یاد رکھیں کہ مارنے پیٹنے سے بچے بنتے نہیں بلکہ بگڑتے ہیں، بچوں کو سزا دینے سے آپ اور بچوں کے درمیان خلیج بن سکتا ہے جس کے ہوتے ہوئے آپ کا ذخیرہ معلومات بچوں کو منتقل نہیں ہوگا، بلکہ بچوں کی سزا کا علم جب والدین کو ہو جائے تو اس سے یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہو جاتی ہے۔ پھر آپ کے ردیہ سے اس خلیج کو پار کرنا آپ کے اختیار میں نہیں رہے گا۔

بچوں کے تقاضوں سے آگاہی:...... استاد کی اہم تیسری خوبی، اس کا بنیادی تعلق تعلیمی نفسیات سے ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے دینی مدارس میں اسکی اہمیت سے ذمہ دار لوگ غفلت کا شکار ہیں۔ البتہ عصری اداروں میں کچھ درجہ تک اس کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ بعض اوقات اساتذہ بچوں سے جو توقعات رکھتے ہیں وہ ان کی عمر اور طبیعت سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں، جس کے نتیجے میں بچوں میں نافرمانی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ نفسیات انسان کی ضرورت ہے، ان کو مسدود کرنا کئی بیماریوں اور کمزوریوں کو جنم دیتا ہے۔ اس لیے بچوں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے لیے لائحہ عمل بنائیں۔ بچوں کی نفسیات کو مسدود رکھنے کی بجائے ان کی اصلاح پر توجہ دیں۔ کہتے ہیں نفسیات پانی کی مانند ہے اگر پانی زمین سے نکلے تو اس کو متبادل راستہ دیں ورنہ وہ خود اپنے لیے راستہ بنا دیتا ہے، اس لیے جہاں کہیں بچوں کی نفسیات کی اصلاح کا پہلو نہ ہو تو وہاں بچے جھوٹ بولنا، دھوکہ دہی، استاد کی نافرمانی اور بغاوت جیسی حرکت پر آمادہ ہوتے ہیں۔ استاد کا یہ کمال ہے کہ وہ بچوں اور بچیوں کو پڑھاتے وقت فاصلے ختم کرے۔ ذہنی طور پر جتنا قرب ہوگا، اتنے ہی بچے زیادہ استفادہ کریں گے۔ چنانچہ جبرائیل امین علیہ السلام نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کے جہاں طلب علم کے اصول بتلائے اس میں شاگرد اور استاد کے درمیان قرب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ استاد اور شاگرد کے درمیان فاصلے مٹنے کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں کہ سب کے درمیان کے ہم آہنگی رہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ بچے اور بچیاں اس اسٹیج پر پہنچیں جس مقام پر استاد فائز ہو، وہاں یہ ممکن ہے کہ استاد نیچے اتر کر بچوں کے معیار پر آئے، گویا آپ کلاس میں جا کے بات کرو گے تو اس میں آپ کو کلاس کا ایک بچہ یا بچی بن کے پڑھانا ہوگا۔ آپ کو اندازہ ہوگا کہ ماں جب چھوٹے بچے کو باتیں سکھاتی ہے تو وہ بچے کے زبان میں ادھوری باتیں کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ بچہ سیکھ جائے، اسی طرح اگر آپ اپنے معیار سے بچوں کے معیار پر آجائیں تو اس سے بچوں کے تقاضوں کو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ جب بھی آپ کلاس کے

بچوں کے تقاضوں کے ادراک میں کامیاب ہوں تو پھر آپ بچوں کو گیم کا وقت بھی دیں گے، ان کی قوت فہم کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے اس کے مطابق تقاضے کریں گے۔ استاد یا استانی کے لیے کلاس کے ایک فرد کی حیثیت اختیار کرنے سے فاصلے مٹ جائیں گے۔ یہی وجہ ہے ابن خلدون کا کہنا ہے کہ چھوٹے بچوں کو پڑھانے سے استاد میں بچوں کی عادتیں پیدا ہو جاتیں ہیں۔

وفاداری کا ثبوت:...... میرے خیال میں یہ تمام خوبیاں ایک استاد میں تب پیدا ہو سکتی ہیں جب استاد اپنے فن اور پیشہ سے وفادار ہو۔ عملی میدان میں زندگی کے کسی بھی شعبہ میں وفاداری کا ثبوت دیے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ ڈاکٹر، انجینئر، زمیندار جو بھی جس فن میں نام پیدا کرنے کی خواہش رکھے اور کام کرے تو اس کے لیے اس فن سے وفاداری کا ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔ ایک استاد یا استانی جب تدریس کے شعبہ سے مخلص ہو تب جا کر یہ اچھا استاد ثابت ہو سکتا ہے۔ کیوں نہ ہو جب کہ تدریس صرف حصول رزق کا ذریعہ نہیں اور نہ ایک پیشہ ہے بلکہ یہ عبادت کا اہم ذریعہ ہے۔ جب نیت خالص ہو تو ایک پیشہ اختیار کرنے سے خلافت نبوی ﷺ کی عظیم سعادت سے انسان بہرہ ور ہو سکتا ہے۔ وفاداری کی صورت خود استاد ماحول بن کر سامنے آتا ہے، اسے تنخواہ سے غرض نہیں، وسائل بٹورنا کام نہیں، بلکہ فن سے والہانہ جذبہ رکھتے ہوئے ہر وقت تعلیمی میدان میں منہمک رہے۔ ایسے شخص کے لیے کام بوجھ نہیں بلکہ غذا بن جاتا جس سے اس کی طبعی خواہش کی آبیاری ہوتی ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ استاد اپنے پیشے سے وفاداری کی صورت میں مفادات کے خول میں نہیں پھنستا اور نہ وہ اپنے شعبہ کو چھوڑ کے دوسرے میدان جانے کی کوشش کرتا ہے۔ استادی ہی اس کا اوڑھنا، بچھوڑنا رہتا ہے، یہی اس کی زندگی ہوتی اور یہی اس کا جینا اور مرنا رہتا ہے۔

ہمارے نظام تعلیم کی خامی ہے کہ سیاسی دخل اندازی کی وجہ سے اچھے اچھے اساتذہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ کبھی کسی استاد کو اسکول سے اٹھا کر دفتر میں بٹھاتے اور کبھی ماہرِ دفتر کو اسکول بھیج کر طلبہ کی زندگیوں سے کھیلا جاتا ہے۔ گزشتہ حکومت کے دور میں جب ایجوکیشن کے حوالہ سے میں نے یہ مشورہ دیا کہ دفتر اور تعلیمی اداروں کو الگ رکھ کر اساتذہ اور منتظمین کی الگ الگ کنگریاں رکھیں۔ اگر چہ اس وقت اساتذہ کی تنظیمیں اس کے خلاف شور مچاتی رہیں لیکن آخر کاران کو سر جھکانا پڑا۔ چنانچہ موجودہ حکومت نے اس پر عمل شروع کیا ہے۔ اس سے اچھے اساتذہ کی کارکردگی کو تحفظ ملے گا۔ نیز کسی انتظامی افسر پر کی ہوئی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ میرے دل میں اس شخص کی عزت بڑھ جاتی ہے جو کسی بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو استاد کہنے پر فخر محسوس کرے۔ آپ استاد رہیں اور استاد ہونے پر معاشرہ میں فخر کریں۔

☆......☆......☆